اس کی نہیں ہے۔ انھیں یہ دعویٰ ہے کہ اس کی پرورش کرتے ہیں، گو بندی دکھا دے گی کہ ان کے آسرے سے الگ ہو کر بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ تینوں بچے اس وقت کھیلنے گئے تھے۔ گو بندی کا جی چاہا کہ ایک مرتبہ انھیں پیار کرلے۔ مگر وہ کہیں بھاگی تو نہیں جاتی، بچوں کو اس سے محبت ہوگی تو اس کے پاس جائیں گے، اس کے گھر میں کھیلیں گے۔ جب وہ ضرورت سمجھے گی تو خود بچوں کو دیکھ جایا کرے گی۔ صرف کھنّا کا سہارا نہیں لینا چاہتی۔

شام ہوگئی تھی۔ پارک میں خوب چہل پہل تھی۔ لوگ ہری گھاس پر لیٹے ہوئے ہوا خوری کا لطف اٹھا رہے تھے۔ گو بندی حضرت گنج ہوتی ہوئی چڑیا گھر کی طرف مڑی تھی کہ موٹر پر مالتی اور کھنّا سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیے۔ اسے معلوم ہوا کہ کھنّا نے اس کی طرف اشارہ کرکے کچھ کہا اور مالتی مسکرائی۔ نہیں، شاید یہ اس کا وہم ہو۔ کھنّا مالتی سے اس کی ہجو نہ کریں گے۔ مگر کتنی بے شرم ہے سنا ہے کہ اس کی اچھی پریکٹس ہے، گھر کی بھی مال دار ہے، پھر بھی یوں خود فروخت کرتی پھرتی ہے۔ نہ جانے کیوں بیاہ نہیں کرلیتی؟ مگر اس سے بیاہ کرے ہی گا کون؟ نہیں، یہ بات نہیں۔ مردوں میں ایسے بہت سے گدھے ہیں جو اسے پاکر خود کو خوش نصیب سمجھیں گے، لیکن مالتی خود تو کسی کو پسند کرے۔

اور بیاہ میں کون سا سکھ رکھا ہوا ہے؟ بہت اچھا کرتی ہے جو بیاہ نہیں کرتی۔ ابھی سب ان کے غلام ہیں تب وہ ایک کی لونڈی ہو کر رہ جائے گی۔ بہت اچھا کر رہی ہے ابھی تو یہ حضرت بھی اس کے تلوے

چاٹتے ہیں، اگر کہیں ان سے بیاہ کرے تو اس پر حکومت کرنے لگیں۔ مگران سے وہ بیاہ کرے گی! اور سوسائٹی میں دو چار ایسی عورتیں بھی رہیں تو اچھا مردوں کے کان تو گرم کرتی رہیں گی۔

آج گوبندی کے دل میں مالتی سے بڑی ہمدردی پیدا ہو گئی۔ وہ مالتی پر حملہ کر کے اس کے ساتھ بے انصافی کر رہی ہے۔ کیا میری حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں نہ کھلتی ہوں گی؟ ازدواجی زندگی کی دُرگت اپنی آنکھوں دیکھ کر اگر وہ اس جال میں نہیں پھنستی تو کیا بُرا کرتی ہے؟

چڑیا گھر میں چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔ گوبندی نے ٹانگہ روک دیا اور بچے کو لئے ہوئے ہری دُوب کی طرف چلی۔ مگر دو ہی تین قدم چلی کہ چپل پانی میں تر ہو گئے۔ ابھی ذرا ہی دیر پہلے لان سینچا گیا تھا اور گھاس کے نیچے پانی بہہ رہا تھا۔ عجلت میں اس نے نیچے نہ مڑ کر ایک قدم اور آگے رکھا تو پیر کیچڑ میں سن گئے۔ اس نے پیر کی طرف دیکھا اب یہاں دھونے کو پانی کہاں ملے گا؟ اس کی ساری پریشانی کافور ہو گئی اور پیر دھو کر صاف کرنے کی نئی فکر پیدا ہوئی۔ اس کے خیالات کا سلسلہ رک گیا۔ جب تک پیر نہ صاف ہو جائیں وہ کچھ سوچ نہیں سکتی۔

دفعتاً اسے ایک لمبا پائپ گھاس میں چھپا نظر آیا جس میں سے پانی نکل رہا تھا۔ اس نے جا کر پیر دھوئے، چپل دھوئے، ہاتھ منہ دھویا، تھوڑا سا پانی چلو میں لے کر پیا اور پائپ کے اُس پار خشک زمین پر جا بیٹھی۔ اداسی میں موت کی یاد فوراً آ جاتی ہے۔ کہیں وہ یہیں بیٹھے بیٹھے مر جائے تو کیا ہو؟ ٹانگہ والا فوراً جا کر کھنّا کو خبر دے گا۔ کھنا سنتے ہی خوش ہو جائیں گے مگر دنیا کو دکھانے کے لئے آنکھوں پر رومال رکھ لیں گے

بچوں کے لئے کھلونے اور تماشے ماں سے زیادہ عزیز ہیں۔ یہ ہے اس کی زندگی، جس کے لئے کوئی دو بوند آنسو بہانے والا بھی نہیں! پھر اسے وہ دن یاد آیا جب اس کی ساس زندہ تھی اور کھنا بدراہ نہ ہوئے تھے۔ اس وقت اسے ساس کا بات بات پر بگڑنا برا لگتا تھا۔ آج اسے ساس کی اس خفگی میں محبت کی مٹھاس گھلی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت وہ ساس سے روٹھ جاتی تھی اور ساس اسے دُلار سے مناتی تھی۔ آج وہ مہینوں روٹھی پڑی رہے تو کسے پروا؟ یکایک اس کا من اڑ کر ماں کے چرنوں میں جا پہنچا۔ ہائے، آج اماں ہوتیں تو کیوں اس کی یہ درگت ہوتی؟ ان کے پاس اور کچھ نہ تھا تو محبت بھری گود تو تھی، پیار بھرا آنچل تو تھا، جس میں منہ ڈال کر وہ رو لیتی! لیکن نہیں وہ روئے گی نہیں۔ اُس دیوی کو سُرگ (بہشت) میں دُکھی نہ بنائے گی۔ میرے لئے وہ جو کچھ زیادہ سے زیادہ کر سکتی تھیں وہ کر گئیں، میرے نصیبے کا ساتھی ہونا تو ان کے بس کی بات نہ تھی اور وہ کیوں روئے؟ وہ اب کسی کی ماتحت نہیں ہے، وہ اپنے گزر بسر کے لئے کما سکتی ہے۔ وہ کل ہی گاندھی آشرم سے چیزیں لے کر بیچنا شروع کر دے گی۔ شرم کس بات کی؟ یہی تو ہوگا کہ لوگ انگلی اٹھا کر کہیں گے کہ وہ جا رہی ہے کھنا کی بیوی! لیکن اس شہر میں رہوں کیوں؟ کسی دوسرے شہر میں کیوں نہ چلی جاؤں جہاں مجھے کوئی جانتا ہی نہ ہو؟ دس بیس روپئے کما لینے ایسا کیا مشکل ہے۔ اپنے پسینے کی کمائی تو کھاؤں گی، پھر تو کوئی مجھ پر رعب نہ جمائے گا۔ یہ حضرت تو اسی لئے اتنا مزاج کرتے ہیں کہ وہ میری پرورش کرتے ہیں۔ میں

میں خود اب اپنی پرورش کروں گی۔

دفعتاً اس نے مہتا کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ اسے الجھن ہوئی اس وقت تو بالکل تنہا رہنا چاہتی تھی۔ کسی سے بولنے کی طبیعت نہ تھی۔ مگر یہاں بھی ایک صاحب آ ہی گئے۔ اُس پر بچہ بھی رونے لگا تھا۔

مہتا نے پاس جا کر تعجب سے کہا: "آپ اس وقت یہاں کیسے آ گئیں؟"

گوبندی نے بچے کو چپ کرتے ہوئے کہا: "اسی طرح جیسے آپ آ گئے۔"

مہتا نے مسکرا کر کہا: "میری بات نہ چلائیے، دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ لائیے میں بچے کو چپ کرا دوں۔"

"آپ نے یہ ہنر کب سیکھا؟"

"مشق کرنا چاہتا ہوں، اس کا امتحان جو ہوگا۔"

"اچھا، امتحان کے دن قریب آ گئے؟"

"یہ تو میری تیاری پر ہے۔ جب تیار ہوں گا، بیٹھ جاؤں گا چھوٹی چھوٹی سندوں کے لئے ہم بڑھ بڑھ کر آنکھیں پھوڑ لیا کرتے ہیں، پھر یہ تو زندگی کے کاروبار کا امتحان ہے۔"

اچھی بات ہے، میں بھی دیکھوں گی کہ آپ کس ڈویژن میں پاس ہوتے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے بچے کو ان کی گود میں دے دیا۔ انھوں نے اُسے کئی بار اچھالا تو وہ چپ ہو گیا۔ بچوں کی طرح ڈینگ مارتے

ہوئے بولے "دیکھا آپ نے، کیسا منتر کے زور سے چپ کر دیا! اب میں بھی کہیں سے ایک بچہ لاؤں گا۔"

گوبندی نے مذاق کیا: "بچہ ہی لائیے گا یا اس کی ماں بھی؟"

مہتا نے مذاقیہ مایوسی سے سر ہلا کر کہا: "ایسی عورت تو کہیں ملتی ہی نہیں۔"

"کیوں، مس مالتی نہیں ہیں؟ خوب صورت، تعلیم یافتہ، ہنرمند دلفریب! اور آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"مس مالتی میں ایک بات بھی نہیں ہے جو میں اپنی اہلیہ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

گوبندی نے اس مذمت کا مزہ لیتے ہوئے کہا: "ان میں کیا برائی ہے، سنوں تو۔ بھونرے ہمیشہ منڈلاتے رہتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آج کل مردوں کو ایسی ہی عورتیں پسند آتی ہیں۔"

مہتا نے بچہ کے ہاتھوں سے اپنی مونچھیں بچاتے ہوئے کہا: "میری بیوی کچھ اور ہی قماش کی ہوگی۔ وہ ایسی ہوگی جس کی میں پوجا کر سکوں گا۔"

گوبندی اپنی ہنسی نہ روک سکی۔ "تو آپ عورت نہیں کوئی مورت چاہتے ہیں۔ عورت تو ایسی آپ کو شاید ہی کہیں ملے۔"

"جی نہیں، ایسی ایک دیوی تو اسی شہر میں ہے۔"

"سچ! ذرا میں بھی اس کے درشن کرتی، اور اسی طرح بننے کی کوشش کرتی۔"

آپ اُسے خوب جانتی ہیں۔ وہ ایک لکھ پتی کی بیوی ہے مگر عیش و عشرت کو ہیچ سمجھتی ہے، جو بے رُخی اور بے عزتی سہ کر بھی اپنے فرض سے منحرف نہیں ہوتی، جو مادریت کی قربان گاہ پر خود کو چڑھا دیتی ہے، جس کے لئے ایثار ہی سب سے بڑا حق ہے اور جو اس قابل ہے کہ اس کی مورت بنا کر پُوجی جائے۔"

گوبندی کے دل میں خوشی کی لہر اٹھی۔ سمجھ کر بھی نہ سمجھنے کا بہانہ کرتی ہوئی بولی: "ایسی عورت کی آپ تعریف کرتے ہیں مگر میری سمجھ میں تو وہ رحم کے قابل ہے!"

مہتا نے تعجب سے کہا: "رحم کے قابل! آپ اس کی توہین کرتی ہیں۔ وہ مکمل عورت ہے، اور جو مکمل عورت ہو سکتی ہے وہی مکمل بیوی بھی ہو سکتی ہے۔"

"لیکن وہ معیار موجودہ زمانے کے لئے نہیں ہے۔"

"وہ معیار ابدی ہے اور لافانی ہے۔ انسان اسے مٹا کر خود کو مٹا رہا ہے۔"

گوبندی کا دل شگفتہ ہوا جا رہا تھا۔ ایسی لرزشیں وہاں کبھی نہ ہوئی تھیں۔ جن لوگوں سے اس کا تعارف تھا ان میں مہتا کا درجہ سب سے اونچا تھا۔ ان کی زبان سے یہ حوصلہ افزائی پا کر وہ متوالی ہوئی جا رہی تھی۔ اسی نشہ میں بولی: "تو چلئے مجھے ان کے درشن کرا دیجئے۔"

مہتا نے بچے کے رخساروں میں منہ چھپا کر کہا: "وہ یہیں بیٹھی ہوئی ہیں۔"

"کہاں؟ میں تو نہیں دیکھ رہی ہوں۔"

"میں اسی دیوی سے بول رہا ہوں۔"

"گوبندی نے زور سے قہقہہ لگایا۔" آپ نے آج مجھے بنانے کی ٹھان لی ہے، کیوں؟"

مہتا نے عقیدت سے کہا۔" دیوی جی! آپ میرے ساتھ ناانصافی کر رہی ہیں۔ اور مجھ سے زیادہ خود اپنے ساتھ۔ دنیا میں ایسے بہت کم لوگ ہیں جن سے میری دلی عقیدت ہو۔ ان ہی میں ایک آپ ہیں۔ آپ کا تحمل ایثار، اخلاق، سب بے نظیر ہیں۔ میں اپنی زندگی میں سب سے بڑے سکھ کا جو تصور کر سکتا ہوں۔ وہ آپ جیسی کسی دیوی کے چرنوں کی سیوا ہے۔ جس نسائیت کو میں مکمل مانتا ہوں آپ اس کی زندہ مثال ہیں۔"

گوبندی کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے۔ اس عقیدت کی زرہ کو بہن کر وہ کس آفت کا مقابلہ نہ کر سکے گی؟۔ اس کے روئیں روئیں سے جیسے ایک میٹھے گیت کا راگ جاری ہو گیا۔

اس نے اپنی نسوانی خوشی کو ضبط کر کے کہا۔" آپ فلسفی کیوں ہوئے مہتا جی! آپ کو شاعر ہونا چاہیئے تھا۔"

مہتا سادگی سے ہنس کر بولے۔" کیا آپ سمجھتی ہیں کہ فلسفی ہوئے بغیر ہی کوئی شاعر ہو سکتا ہے؟ فلسفہ تو محض ایک درمیانی منزل ہے۔"

"تو ابھی آپ شاعری کی راہ میں ہیں۔ مگر آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ شاعر کو دنیا میں کبھی آرام نہیں ملتا؟"

"جسے دنیا رنج کہتی ہے وہی شاعر کے لئے راحت ہے۔ دولت

اور شہرت، حسن اور طاقت، علم اور عقل، یہ برکتیں دنیا کو خواہ کتنا ہی فریفتہ کر لیں مگر شاعر کے لئے ان میں ذرا بھی کشش نہیں ہے۔ اس کی کشش و مسرت کی چیز تو مری ہوئی امیدیں، مٹی ہوئی یادگاریں اور ٹوٹے ہوئے دلوں کے آنسو ہیں۔ جس دن ان چیزوں سے اسے محبت نہ رہے گی، اس دن وہ شاعر نہ رہ جائے گا۔ فلسفہ زندگی کے ان بھیدوں سے صرف کھیلتا ہے، مگر شاعر ان میں جذب ہو جاتا ہے۔ میں نے آپ کی دو چار نظمیں پڑھی ہیں اور ان میں جتنا سرور، جتنی لرزش، جتنا میٹھا درد اور جتنی رلانے والی دیوانگی ملی ہے وہ میں ہی جانتا ہوں۔ قدرت نے ہمارے ساتھ کتنی بے انصافی کی ہے کہ اس نے آپ جیسی کوئی دوسری دیوی نہیں بنائی۔"

گوبندی نے حسرت بھرے لہجے میں کہا "نہیں مہتا جی! یہ آپ کا خیال ہے۔ ایسی عورتیں یہاں آپ کو جگہ جگہ ملیں گی اور میں تو ان سب سے گئی گزری ہوں۔ جو عورت اپنے مرد کو خوش نہ رکھ سکے، خود کو اس کی طبیعت کے موافق نہ بنا سکے، وہ بھی کوئی عورت ہے۔ میں تو کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ مالتی سے یہ ہنر سیکھوں۔ جہاں میں ناکامیاب ہوں وہاں وہ کامیاب ہے۔ میں اپنے کو بھی اپنا نہیں بنا سکتی، وہ دوسروں کو بھی اپنا بنا لیتی ہے۔ کیا یہ اس کے لئے فخر کی بات نہیں ہے؟"

مہتا نے منہ بنا کر کہا "شراب اگر لوگوں کو پاگل کر دیتی ہے تو اسی لئے۔ کیا اُسے پانی سے بہتر سمجھا جائے، جو پیاس بجھاتا ہے، جلاتا ہے اور تسکین دیتا ہے؟"

گوبندی نے مذاق سے کہا "کچھ بھی ہو، میں تو کہتی ہوں کہ پانی مارا مارا پھرتا ہے اور شراب کے لئے گھر بار بک جاتا ہے اور پھر شراب جتنی ہی

تیز اور نشیلی ہو، اتنی ہی اچھی! میں تو سنتی ہوں کہ آپ کو بھی شراب کا شوق ہی۔"

گوبندی مایوسی کی اُس حالت میں پہنچ گئی تھی جب انسان کو سچائی اور دھرم میں بھی شبہ ہونے لگتا ہے مگر مہتا کا دھیان ادھر نہ گیا۔ ان کا دھیان تو آخری فقرے سے جیسے چپک کر رہ گیا تھا۔ اپنی شراب نوشی پر انھیں جتنی ندامت و پشیمانی آج ہوئی اتنی بڑی بڑی نصیحتوں سے بھی نہ ہوئی تھی۔ دلائل کا ان کے پاس جواب تھا اور دنداں شکن، مگر اس میٹھی چٹکی کا انھیں کوئی جواب نہ سوجھا وہ پچھتائے کہ کہاں سے کہاں انھیں شراب کی بات سوجھی۔ بھی انہوں نے خود مالتی کی مشابہت شراب سے کی تھی مگران کا وار الٹ کر ان کے سر پڑا۔ نادم ہوکر بولے" ہاں دیوی جی میں مانتا ہوں کہ مجھ میں بھی وہ شوق ہے۔ میں اپنے لئے اُس کی ضرورت بتا کر اور اس کے تخیل افزا اوصاف کا ثبوت دے کر عذر گناہ نہ کروں گا، جو گناہ سے بھی بدتر ہے۔ البتہ آج آپ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ اب شراب کا ایک قطرہ بھی حلق کے نیچے نہ جانے دوں گا۔"

گوبندی نے سناٹے میں آکر کہا:" یہ آپ نے کیا کیا مہتا جی؟ ایشور گواہ ہے کہ میرا یہ مطلب نہ تھا۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔"

" نہیں، آپ کو خوش ہونا چاہیئے کہ آپ نے ایک شخص کا اُدّھار کر دیا۔"

" میں نے آپ کا اُدّھار کر دیا! میں تو خود آپ سے اپنے اُدّھار کی التجا کرنے جارہی ہوں۔"

"مجھ سے؟ زہے نصیب!"

گوبندی نے رقت سے کہا "ہاں آپ کے سوا مجھے کوئی ایسا نہیں آتا جسے میں اپنی کہانی سناؤں۔ دیکھئے یہ بات اپنے ہی تک رکھئے گا، آپ سے ایسا کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اب اپنی زندگی ناقابل برداشت ہوگئی ہے۔ مجھ سے اب تک جتنی تپسیا ہوسکی وہ میں نے کی، لیکن اب نہیں سہا جاتا۔ مالتی مجھے ہر طرح مٹائے ڈالتی ہے۔ میں اپنے کسی ہتھیار سے اُس پر فتح نہیں پاسکتی۔ آپ کا اُس پر بہت کچھ اثر ہے۔ وہ جتنا آپ عزت کرتی ہے، شاید اور کسی مرد کی نہیں کرتی۔ اگر آپ کسی طرح مجھے اس کے پنجے سے چھڑا دیں تو عمر بھر آپ کا احسان مانوں گی، اس کے ہاتھوں میرا سہاگ لٹا جا رہا ہے۔ آپ اگر مجھے بچا سکتے ہیں تو بچائیے۔ میں آج گھر سے یہ سوچ کر چلی تھی کہ پھر واپس نہ جاؤں گی۔ میں نے بڑا زور مارا موت کی ساری بندشوں کو توڑ کر پھینک دوں لیکن عورت کا دل بڑا کمزور ہے مہتا جی! محبت اس کی جان ہے۔ زندہ رہتے ہوئے محبت کا توڑنا اس کے لئے ناممکن ہے۔ میں نے آج تک اپنا دکھ اپنے ہی دل میں رکھا مگر میں آج آپ سے آنچل پھیلا کر بھیک مانگتی ہوں۔ مالتی سے چھٹکارا دلائیے۔ میں اس جادوگرنی کے ہاتھوں مٹی جا رہی ہوں....."

اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔ وہ زار و قطار رونے لگی۔

مہتا اپنی نظروں میں کبھی اتنا اونچے نہ اٹھے تھے۔ اس وقت بھی نہیں، جب ان کی تصنیف کو فرانس کی اکیڈمی نے موجودہ صدی کی بہترین تصنیف قرار دیا تھا اور انھیں مبارک باد دی تھی۔ جس مورت کی وہ سچے دل سے پوجا کرتے تھے، جسے دل میں وہ اپنی عبادت کی دیوی

بجھے ہوئے تھے اور زندگی کے ناقابلِ فہم معاملات میں جس سے ہدایت پانے کی امید رکھتے تھے وہ آج ان سے بھیک مانگ رہی تھی! انھیں اپنے میں ایسی طاقت کا احساس ہوا کہ وہ پہاڑ کو بھی چکنا چور کر سکتے ہیں۔ اور سمندر کو بھی تیر کر پار کر سکتے ہیں۔ اُن پر نشہ سا چھا گیا جیسے بچہ کسی چوبی گھوڑے پر چڑھ کر یہ سمجھ رہا ہو کہ وہ ہوا میں اڑا جا رہا ہے۔ کام کتنا مشکل ہے، اس کی خبر نہ رہی۔ اپنے اصولوں کا کتنا خون کرنا پڑے گا، اس کا بالکل خیال نہ رہا۔ تسکین کے لہجے میں بولے: "آپ مالتی کی طرف سے بے فکر رہیں وہ آپ کی راہ سے ہٹ جائے گی۔ مجھے نہ معلوم تھا کہ آپ اس کے سبب سے اتنی دکھی ہیں۔ میری عقل کا قصور، آنکھوں کا قصور، خیال کا قصور، اور کیا کہوں؟ ورنہ آپ کو اتنی تکلیف کیوں سہنی پڑتی۔"

گوبندی کو شک ہوا۔ بولی "مگر شیرنی سے اس کا شکار چھیننا سہل نہیں ہے، یہ سمجھ لیجئے۔"

مہتا نے استقلال سے کہا: "عورت کا دل زمین کی طرح ہی جس سے شیرینی بھی مل سکتی ہے اور تلخی بھی، اس کے اندر پڑنے والے تخم میں جیسی تاثیر ہو۔"

"آپ پچھتا رہے ہوں گے کہ کہاں سے کہاں آج اس سے بھینٹ ہو گئی؟"

میں اگر کہوں کہ مجھے آج ہی زندگی کا حقیقی لطف ملا ہے تو شاید آپ کو یقین نہ آئے۔"

"میں نے آپ کے سر پر اتنا بڑا بار رکھ دیا۔"

مہتا نے عقیدت کے لہجے میں کہا: "آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں،

دیوی جی! میں کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کا خادم ہوں۔ آپ کے فائدے کے لئے میری جان بھی چلی جائے تو میں اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا۔ اسے شاعرانہ جذبہ نہ سمجھئے۔ یہ میری زندگی کی سچائی ہے۔ میری زندگی کا کیا معیار ہے، آپ سے یہ بتا دینے کی خواہش میں ضبط نہیں کر سکتا۔ میں قدرت کا پجاری ہوں اور انسان کو اس کی قدرتی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ جو خوش ہو کر ہنستا ہے، غمگین ہو کر روتا ہے۔ اور غصے میں آکر مار ڈالتا ہے۔ جو دکھ اور سکھ دونوں کو دباتے ہیں، جو رونے کو کمزوری اور ہنسنے کو بیکی سمجھتے ہیں ان سے میرا کوئی لگاؤ نہیں۔ زندگی میرے لئے خوشی بھرا کھیل ہے، سادہ اور کھلا ہوا، جہاں لڑائی حسد اور جلن کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ میں ماضی کی فکر نہیں کرتا اور نہ مستقبل کی پروا کرتا ہوں میرے لئے حال ہی میں سب کچھ ہے۔ مستقبل کی فکر ہمیں بزدل بنا دیتی ہے، ماضی کا بوجھ ہماری کمر توڑ دیتا ہے۔ ہم میں زندگی کی طاقت اتنی کم ہے کہ ماضی اور مستقبل میں پھیلا دینے سے وہ اور بھی کمزور ہو جاتی ہے۔ ہم مفت کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر رواجوں اور عقیدوں اور تاریکیوں کے بلے کے نیچے دبے پڑے ہیں، اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ وہ طاقت ہی نہیں رہی، جو طاقت، جو عقل، انسانی فرائض کے پورے کرنے میں لگنی چاہیئے تھی، باہمی امداد میں اور بھائی چارے میں، وہ پرانی عداوتوں کا بدلہ لینے اور آباؤ اجداد کا فرض ادا کرنے میں تمام ہو جاتی ہے۔ اور جو یہ الشور اور بکتی کا چکر ہے اس پر تو مجھے ہنسی ہی آتی ہے۔ یہ بکتی اور بھگتی تو انتہائی خودی ہے، جو ہماری انسانیت کو تباہ کئے ڈالتی ہے۔ جہاں زندگی ہے، کھیل ہے، چہک ہے، پریم ہے، وہیں الشور ہے، اور زندگی کو سکھی بنانا ہی عبادت ہے، اور نجات ہے!

گیاں والا کہتا ہے کہ ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ آئے۔ آنکھوں میں آنسو نہ آئے۔

میں کہتا ہوں اگر تم ہنس نہیں سکتے اور رو نہیں سکتے تو تم انسان نہیں ہو، پتھر ہو، وہ گیان جو انسانیت کو پیس ڈالے گیان نہیں ہے کوڑھ ہے۔ مگر معاف کیجئے میں تو ایک پورا لیکچر ہی دے گیا۔ اب دیر ہو رہی ہے، چلئے میں آپ کو پہنچا دوں بچہ بھی میری گود میں سو گیا۔

" گوبندی نے کہا۔ میں تو ٹانگہ لائی ہوں۔"

" ٹانگے کو یہیں سے رخصت کئے دیتا ہوں۔"

مہتا ٹانگے کے پیسے دے کر لوٹے تو گوبندی نے کہا۔ لیکن آپ مجھے کہاں لے جائیں گے؟"

مہتا نے چونک کر پوچھا: کیوں، آپ کے گھر پہنچا دوں گا۔"

" وہ میرا گھر نہیں ہے، مہتا جی!"

" اور کیا مسٹر کھنا کا ہے؟"

یہ بھی کیا پوچھنے کی بات ہے۔ اب وہ گھر میرا نہیں رہا۔ جہاں بےعزتی اور فضیحت ہو اسے میں اپنا گھر نہیں سمجھتی اور نہ سمجھ سکتی ہوں۔"

مہتا نے درد بھری آواز میں جس کا ایک ایک حرف ان کے دل سے نکل رہا تھا، کہا نہیں دیوی جی، وہ گھر آپ کا ہے اور سدا رہے گا۔ اس گھر کو آپ نے بنایا ہے، اس کے رہنے والوں کو آپ نے رچا ہے، اور جس طرح جان جسم کو چلاتی ہے ویسے ہی آپ نے اسے چلایا ہے۔ جان نکل جائے تو جسم کی کیا حالت ہوگی؟ ماں کا درجہ بہت بڑی عظمت کا ہے، دیوی جی! اور ویسے درجے کی بےعزتی اور فضیحت کہاں نہیں ہوئی؟ ماں کا کام حیات افزائی ہے۔ جس کے ہاتھوں میں ایسی بےمثل طاقت ہے اسے اس کی کیا پروا کہ اس سے کون روٹھتا ہے یا کون بگڑتا ہے؟ جان کے بغیر جیسے جسم

نہیں رہ سکتا ویسے ہی جان کے لئے جسم ہی موزوں ترین مسکن ہے۔ میں آپ کو دھرم اور تیاگ کا کیا اپدیش دوں؟ آپ تو اس کی جیتی جاگتی مورت ہی ہیں۔ میں تو یہی کہوں گا۔۔۔۔۔۔۔"

گوبندی نے بے صبری سے کہا: "لیکن میں صرف ماں تو ہوں نہیں بلکہ عورت بھی ہوں۔"

مہتا نے ایک منٹ تک چپ رہنے کے بعد کہا: "ہاں، ہیں! لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عورت صرف ماں ہے اور اس کے علاوہ وہ جو کچھ ہے وہ سب اسی کا محض ابتدائی ظہور ہے۔ ماں ہونا دنیا کی سب سے بڑی ریاضت سب سے بڑا ایثار اور سب سے بڑی فتح ہے۔ میں ایک لفظ میں اسی زندگی کا، شخصیت کا اور نسائیت کا جذبہ ہو جانا کہوں گا۔ آپ مسٹر کھنا کے بارے میں اتنا ہی سمجھ لیں کہ وہ اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے یا کرتے ہیں وہ جنوں کی حالت میں۔ مگر اس جنوں کے رفع ہونے میں بہت دن نہ لگیں گے اور وہ وقت بہت جلد آئے گا جب وہ آپ کو اپنی پرستش کی چیز سمجھیں گے۔"

گوبندی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ آہستہ آہستہ موٹر کی طرف چلی، مہتا نے بڑھ کر موٹر کا دروازہ کھول دیا اور گوبندی اندر جا بیٹھی۔ موٹر چلا مگر دونوں خاموش تھے۔

گوبندی جو اپنے دروازے پر پہنچ کر گاڑی سے اتری تو مہتا نے برقی روشنی میں دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہیں۔

بچے گھر سے نکل آئے اور "اماں اماں" کہتے ہوئے ماں سے لپٹ گئے۔ گوبندی کے چہرہ پر مادرانہ عظمت کا نور چمک اٹھا۔

اس نے مہتا سے کہا: اس تکلیف کے لئے آپ کا بہت بہت شکریہ"
رسر نیچا کر لیا۔ آنسو کا ایک قطرہ اس کے رخسار پر ڈھلک آیا تھا۔
مہتا کی آنکھیں بھی اشک آلود ہو گئیں، اس شان و شوکت اور عیش و
ت کے سامانوں کے درمیان میں بھی اس عورت کا دل کتنا مغموم ہے!۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(۱۹)

مرزا خورشید کا احاطہ کلب بھی ہے، کچہری بھی اور اکھاڑا بھی۔ دن بھر بھیڑ لگی رہتی ہے۔ محلے میں اکھاڑے کے لئے کہیں جگہ نہ ملتی تھی۔ مرزا نے ایک چھپر ڈلوا کر اکھاڑا بنوا دیا ہے۔ وہاں روز سو پچاس کشتی باز جمع ہو جاتے ہیں مرزا بھی ان کے ساتھ زور آزمائی کرتے ہیں۔ محلے کی پنچائتیں بھی یہیں ہوتی ہیں۔ میاں بیوی، ساس بہو اور بھائی بھائی کے جھگڑوں بکھیڑوں کا یہیں پٹارا ہوتا ہے۔ محلے کی سوشل زندگی کا یہی مرکز ہے اور سیاسی تحریک کا بھی۔ آئے دن سبھائیں ہوتی رہتی ہیں۔ یہیں والنٹیر ٹھہرتے ہیں یہیں ان کا پروگرام بنتا ہے، یہیں سے شہر کی سیاسی تحریک چلائی جاتی ہے۔ پچھلے جلسے میں مالتی شہری کانگریس کمیٹی کی صدر چن لی گئی ہے جب سے اس مقام کی رونق اور بڑھ گئی ہے۔

گوبر کو یہاں رہتے سال بھر ہو گیا ہے۔ اب وہ سیدھا سادا دیہاتی نوجوان نہیں ہے۔ اس نے بہت کچھ دنیا دیکھ لی ہے۔ اس کے رنگ ڈھنگ ہی کچھ کچھ سمجھنے لگا ہے۔ اصل میں تو وہ اب بھی دیہاتی ہے، پیسے کو دانت سے پکڑتا ہے، مطلب کو کبھی نہیں چھوڑتا اور محنت سے جی نہیں چراتا، نہ کبھی ہمت ہارتا ہے مگر شہر کی ہوا بھی اسے لگ گئی ہے۔ اس نے پہلے مہینے میں تو صرف مزدوری کی اور آدھے پیٹ کھا کر تھوڑے روپئے بچا لئے۔ پھر دہ کچالو اور دہی بڑے کا خوانچہ لگانے لگا۔ ادھر زیادہ منافع دیکھا تو نوکری چھوڑ دی۔ گرمیوں میں شربت

اور برف کی دوکان بھی کھول دی۔ لین دین میں کھرا تھا۔ پس اس کی ساکھ جم گئی۔ جاڑا آیا تو اس نے شربت کی دوکان بند کر دی اور گرم چلتے پلانے لگا۔ اب اس کی روزانہ آمدنی ڈھائی تین سو روپئے سے کم نہیں ہے۔ اس نے انگریزی فیشن کے بال کٹا لئے ہیں۔ باریک دھوتی اور پمپ شو پہنتا ہے، ایک سُرخ ادنی چادر خرید لی ہے اور پان سگریٹ کا بھی شوق ہو گیا ہے۔ جلسوں میں آنے جانے سے اسے کچھ کچھ سیاسی واقفیت بھی ہو چلی ہے۔ قوم اور فرقہ کا مطلب سمجھنے لگا ہے۔ سوشل رواجوں کا خیال اور دنیوی ملامت کا خوف اب اسے بہت کم رہ گیا ہے۔ آئے دن کی پنچائتوں نے اُسے نڈر بنا دیا ہے جس بات کے پیچھے وہ یہاں گھر سے دور منہ چھپائے پڑا ہوا ہے اسی طرح کی بلکہ اس سے بھی زیادہ بُری باتیں یہاں روز ہوا کرتی ہیں۔ اور کوئی کہیں بھاگتا نہیں۔ پھر وہی کیوں اتنا ڈرے اور منہ چرائے؟

اتنے دنوں میں اس نے ایک پیسہ بھی گھر نہیں بھیجا۔ وہ والدین کو روپئے پیسے کے معاملے میں اتنا ہوشیار نہیں سمجھتا۔ وہ لوگ تو روپیہ پاتے ہی آسمانوں میں اڑنے لگیں گے۔ دادا کو فوراً آگیا کرنے کی اور اماں کو گہنے بنوانے کی دُھن سوار ہو جائے گی۔ ایسے فضول کاموں کے لئے اس کے پاس روپئے نہیں ہیں۔ اب وہ چھوٹا موٹا مہاجن ہے پڑوس کے یکے اور گاڑی والوں اور دھوبیوں کو سود پر روپیہ قرض دیتا ہے۔ ان دس گیارہ مہینوں ہی میں اس نے اپنی محنت اور کفایت سے اپنی جگہ بنالی ہے اور اب وہ جھنیا کو یہیں لاکر رکھنے کی

بات سوچ رہا ہے۔

تیسرے پہر کا وقت ہے، وہ سڑک کے نل پر نہا کر آیا ہے اور شام کے لئے آلو ابال رہا ہے کہ مرزا خورشید آکر دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ گوبر اب ان کا نوکر نہیں ہے۔ مگر ادب اسی طرح کرتا ہے اور ان کے لئے جان دینے کو تیار رہتا ہے۔ دروازے پر آکر پوچھا "کیا حکم ہے سرکار؟"

مرزا نے کھڑے کھڑے کہا: "تمھارے پاس کچھ روپئے ہوں تو دے دو۔ آج تین دن سے بوتل خالی پڑی ہے۔ طبیعت بہت بیچین ہو رہی ہے۔"

گوبر نے اس سے پہلے بھی دو تین بار مرزا کو روپئے دئے تھے مگر اب تک وصول نہ کر سکا تھا۔ تقاضا کرتے ڈرتا تھا مگر مرزا صاحب روپیہ لے کر دینا نہ جانتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں روپیہ رکتا ہی نہ تھا۔ اِدھر آیا اور اُدھر غائب۔ یہ تو نہ کہہ سکا کہ میں روپئے نہ دوں گا یا میرے پاس روپئے نہیں ہیں۔ شراب کی بُرائی کرنے لگا: "آپ اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے، سرکار؟ کیا اس کے پینے سے کچھ فائدہ (فائدہ) ہوتا ہے؟"

مرزا نے کوٹھری کے اندر آکر چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "تم سمجھتے ہو کہ میں چھوڑنا نہیں چاہتا اور شوق سے پیتا ہوں۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تم اپنے روپیوں کے لئے نہ ڈرو، میں ایک ایک کوڑی ادا کر دوں گا۔"

گوبر مستقل رہا: "میں سچ کہتا ہوں مالک، میرے پاس اِس سمے روپیہ

نہیں ہیں۔ روپیہ ہوتا تو آپ سے انکار نہ کرتا۔"

"دو روپئے بھی نہیں دے سکتے ؟"

"اس سمئے تو نہیں ہیں۔"

"میری انگوٹھی گرو رکھ لو۔"

گوبر کا جی للچا اٹھا مگر بات کیسے بدلے ؟ بولا: "یہ آپ کیا کہتے ہیں مالک، روپئے ہوتے تو آپ کو دے دیتا، انگوٹھی کی کون بات تھی ؟"

مرزا نے عاجزانہ اصرار سے کہا: "میں تم سے پھر کبھی نہ مانوں گا گوبر۔ مجھ سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا۔ اس شراب کی بدولت میں نے لاکھوں کی حیثیت بگاڑ دی اور بھکاری بن گیا۔ اب مجھے بھی ضد پڑ گئی ہے کہ خواہ بھیک ہی مانگنی پڑے مگر اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

جب گوبر نے اب کے بھی انکار کر دیا تو مرزا مایوس ہو کر چلے گئے شہر میں ان کے ہزاروں ملنے والے تھے۔ کتنے ہی ان کی بدولت بن گئے تھے۔ کتنوں ہی کی آڑے وقت پر انھوں نے مدد کی تھی مگر ایسوں سے ملنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ انھیں ہزاروں لٹکے معلوم تھے جن سے وہ وقتاً فوقتاً روپیوں کے ڈھیر لگا سکتے تھے مگر روپئے کی ان کی نگاہ میں کوئی وقعت نہ تھی۔ ان کے ہاتھ میں روپئے جیسے کاٹتے تھے۔ کسی نہ کسی بہانے اڑا کر ہی ان کا دل سکون پاتا تھا۔

گوبر آلو چھیلنے لگا۔ سال ہی بھر کے اندر وہ اتنا چالاک ہو گیا تھا اور پیسے جوڑنے میں اتنا ہوشیار، کہ تعجب ہوتا تھا۔ جس کوٹھری میں وہ رہتا ہے وہ مرزا صاحب ہی نے دی ہے۔ اس کوٹھری اور برآمدے

کا کرایہ بڑی آسانی سے پانچ روپیہ مل سکتا ہے۔ گوبر تقریباً سال بھر سے اسی میں رہتا ہے، لیکن نہ کبھی مرزا نے کرایہ مانگا نہ اس نے دیا۔ انھیں شاید یہ خیال بھی نہ تھا کہ اس کوٹھری کا کچھ کرایہ بھی مل سکتا ہے۔

ذرا دیر میں ایک یکے والا روپیہ مانگنے آیا۔ الہ دین نام تھا، سر منڈا ہوا، ڈاڑھی کھچڑی اور کانا۔ اس کی لڑکی رخصت ہو رہی تھی اور پانچ روپئے کی اسے ضرورت تھی۔ گوبر نے ایک آنہ روپیہ سُود پر روپئے دے دئے۔

الہ دین نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: "بھیّا اب بال بچّوں کو بلا لو۔ کب تک ہاتھ سے ٹھونکتے رہوگے؟"

گوبر نے شہر کے خرچ کا رونا رویا۔ تھوڑی آمدنی میں گرستی کیسے چلے گی؟"

الہ دین بڑی جلاتے ہوئے بولا: "آمدنی اللہ دے گا؛ بھیّا! سوچو، کتنا آرام ملے گا۔ میں تو کہتا ہوں کہ جتنا تم اکیلے خرچ کرتے ہو اسی میں گرستی چل جائے گی۔ عورت کے ہاتھ میں بڑی برکت ہوتی ہے، خدا قسم، جب میں اکیلا یہاں رہتا تھا تو چاہے جتنا ہی کماؤں مگر سب کھا پی کر برابر ہو جاتا تھا۔ بیڑی تمباکو کو بھی پیسہ نہ رہتا۔ اس پر حیرانی الگ۔ تھکے ماندے آؤ تو گھوڑے کو ٹہلاؤ اور کھلاؤ، پھر نانبائی کی دوکان پر دوڑو ناک میں دم آگیا۔ جب سے بیوی آگئی ہے، اُسی کمائی میں اس کی روٹیاں بھی نکل آتی ہیں اور آرام بھی ملتا ہے۔ آخر آدمی آرام ہی کے لئے تو کماتا ہے جب جان کھپا کر بھی آرام نہ ملا تو زندگی ہی برباد ہو گئی۔ میں تو کہتا ہوں کہ تمھاری کمائی بڑھ جائے گی بھیّا۔ جتنی دیر میں آلو اور مٹر اُبالتے ہو اتنی